ابراہیم علیہ السلام کی طلوع آفتاب کے مقام کے متعلق دلیل

اس سے انکار نہیں کہ آج کے دور میں انسان بحیثیت امت (Species) اپنے سے قبل کی امتوں، نسلوں کے لوگوں کی اکثریت کی نسبت زیادہ ''ترقی یافتہ'' اور معلومات کے نسبتاً زیادہ بڑے ذخیرے پر حاوی ہے۔ انسان آسمان کی وسعتوں میں جھانکتا پھر رہا ہے۔ لیکن قرآنِ مجید اس پر گواہ ہے کہ ماضی کے بعض لوگوں کا علم آج کے ترقی یافتہ دور کی نسبت زیادہ تھا۔ قرآنِ مجید سے شہادت ملتی ہے کہ دنیاوی ترقی کے حوالے سے لوگ اپنے اپنے زمان کے حوالے سے ترقی یافتہ تھے۔ اس کا اندازہ اس سے ہوجائے گا کہ موجودہ دور کی ترقی کی شان یہ ہے کہ ہم پلک جھپکنے میں آواز اور تصویر کو ایک برّ اعظم سے دوسرے برّ اعظم اور زمین سے خلاء میں منتقل کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ اور مادہ کو جہاز، ڈسکوری، میزائل کے ذریعے ایک مقام سے دوسرے مقام پر مختصر وقت میں منتقل کرنے کی قوت واستطاعت رکھتے ہیں۔ لیکن ابھی ہم اس ترقی سے بہت پیچھے ہیں جب بادشاہ کے دربار میں لوگوں میں وہ بھی تھے جو قلیل وقت میں اور جنہیں کتاب کا علم دیا گیا تھا انتہائی مختصر وقت میں مادی اشیاء کو ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔ (حوالہ سورۃ النمل ۔۴۰)

آج ہمارا گمان اگرچہ یہ ہے کہ ہم انتہائی ترقی یافتہ ہیں لیکن اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ علم بھی ابھی کائنات کی تاک جھانک تک محدود ہے۔ منتہا سے کچھ کم معراج یہ ہے

وَكَذَٰلِكَ نُرِىٓ إِبْرَٰهِيمَ مَلَكُوتَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ ٱلْمُوقِنِينَ ﴿٧٥﴾

''اور اس مقصد کیلئے ہم نے ابراہیم (علیہ لسلام) کو آسمانوں اور زمین کے نظم ونسق کا مشاہدہ کرایا تاکہ وہ یقینی علم والوں میں سے ہوں''

قبل مسیح کے انسان سے آج تک کا انسان اپنی کوشش وکاوش سے نو سیاروں کی نشاندہی کر سکا ہے لیکن ہبل (Edwin Hubble) نے ٹیلی سکوپ کیا ایجاد کر دی کہ انسان آسمان دنیا کی کھوج مکمل کئے بغیر کہکشاؤں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ سچ ہے انسان جلد باز ہے۔ امریکہ کے ناسا اور چین، جاپان کے تحقیقاتی اداروں سے میری گذارش ہے کہ اپنے علم، سرمائے اور وقت میں سے کچھ نکال کر آسمان دنیا میں دو سیاروں کو پہلے تلاش کریں کہ زمین کے علاوہ سیارے نو نہیں گیارہ ہیں۔ یہ میں نہیں کہہ رہا۔ یہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے جلیل القدر بیٹے سیدنا یوسف علیہ السلام نے بتایا تھا جنہوں نے انہیں دیکھا تھا

إِنِّى رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا ''میں نے گیارہ سیارے دیکھے ہیں وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ اور سورج اور چاند دیکھا ہے''۔ ہم آج تک کی تحقیق سے آسمان دنیا، ہمارے نظام شمسی (Solar System) میں سورج، چاند کے علاوہ نو سیارے (planets) تلاش کر پائے ہیں۔ اس سے انکار نہیں کہ یوسف علیہ السلام کو خواب میں دکھائی دینے والے گیارہ سیارے (جن کی اپنی

روشنی نہیں ہوتی) ان کے گیارہ بھائیوں کی طرف اشارہ تھا۔لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ اگر دنیا میں گیارہ سیارے موجود ہی نہیں تھے تو یوسف علیہ السلام کو خواب میں دکھائی کیسے دے سکتے تھے؟ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول خواب میں بھی صرف اور صرف حقیقت کو دیکھتے ہیں۔انسان کو کسی سیارے پر قدم رکھنے میں شاید ابھی کچھ اور وقت لگے لیکن مزید دو سیاروں کو تلاش کرنا بھی باقی ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو گیارہ سیارے دکھائے جا چکے ہیں۔یوسف علیہ السلام نے اسیری کے زمانے میں اپنے دو قیدی ساتھیوں کو مختصر سے وقت میں انتہائی جامع انداز میں خطبہ دینے کے بعد ان کے خوابوں کی ''تاویل'' انہیں بتائی تھی۔'تاویل' سے مراد خواب کی تعبیر ہے یعنی وہ نتیجہ جو ابھی نکلنا ہے۔آنے والے لمحات میں مخفی جس بات یا واقعہ نے ابھی ظہور پذیر ہونا ہے۔خواب بتانے والوں نے جو دیکھا وہ تعبیر بتانے والے کیلئے تشبیہات اور اشارے ہیں جن کی ''اصل، حقیقت، معنی، مفہوم، نتیجہ'' اسے تلاش کرنا ہیں۔اگر 'اصل' موجود نہ ہو تو تشبیہ وجود پذیر ہو ہی نہیں سکتی اور جس ''تشبیہ'' کی اصل نہیں وہ تشبیہ نہیں بلکہ لغو خیال آرائی ہے۔اور جسے اصل کا علم نہ ہو وہ تشبیہ کے معنی اور مفہوم معلوم نہیں کر سکے گا۔یوسف علیہ السلام کی قیدی ساتھیوں کے خوابوں کے متعلق بتائی ہوئی تعبیر سچ ثابت ہوئی تھی اور ان کا اپنا خواب بھی سچ ثابت کر دیا گیا تھا۔اس لئے ہمارے نظام شمسی میں گیارہ سیاروں کا دیکھا جانا تخیل نہیں حقیقت ہے اگرچہ ہماری نگاہوں سے ابھی تک اوجھل ہیں۔قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔آج نہیں تو کل اس میں بیان کردہ حقیقتیں ہماری بصارتوں میں آجائیں گی

سَنُرِيهِمْ ءَايَـٰتِنَا فِى ٱلْـَٔافَاقِ وَفِىٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ

''ہم قرآنِ مجید کا انکار کرنے والوں کو مستقبل میں آفاق اور خود ان کی ذات میں اپنی آیات (نشانیاں، معلومات، علم) دکھاتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کیلئے واضح ہو جائے کہ یہ قرآنِ مجید بیان حقیقت ہے'' (حوالہ فصلت۔۵۳)

''قیامت کی نشانیوں'' میں ایک نشانی یہ بتائی جاتی ہے کہ زمان کے آخر میں سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔کیا اس خیال کی کوئی حقیقت ہے؟ کتاب اور علم میں اس کیلئے کوئی ثبوت ہے؟ اللہ رب العزت نے آسمان، سورج اور چاند کے متعلق بتایا

كُلٌّ يَجْرِى لِأَجَلٍ مُّسَمًّى (حوالہ الرعد۔۲، فاطر۔۱۳، الزمر۔۵)

كُلٌّ يَجْرِىٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى

(آسمان، زمین، سورج، چاند) ''تمام ایک متعین مدت (معلوم وقت) تک کیلئے چل رہے ہیں''

[نقطۂ آغاز سے نقطۂ تکمیل، انجام کی جانب] (حوالہ سورۃ لقمان۔۲۹)

آسمانوں اور زمین کی تخلیق بِٱلْحَقِّ یعنی سوچے سمجھے ارادے اور عظیم مقصد کے تحت ہے۔با مقصد تخلیق میں منتہا لازم اور پہلے سے متعین ہوتی ہے۔فرمایا

مَّا خَلَقَ ٱللَّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِلَّا بِٱلْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ (حوالہ الروم۔۸)

مَا خَلَقْنَا ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِلَّا بِٱلْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ (حوالہ الاحقاف۔۳)

''اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے نہیں بنایا سوائے خاص مقصد اور ایک مقررہ (طے شدہ معلوم) مدت کیلئے''

أَجَلٍ مُّسَمًّى میں لفظ مُّسَمًّى (مادہ 'س م وٗ۔ لفظ اسم کا مادہ بھی یہی ہے) سے واضح ہے کہ یہ مدت متعین وقت کے حوالے سے ہے جسے شمار کرنے، گننے کی ضرورت نہیں کہ وقت معلوم ہے۔ تصور یہ ہو، آسمان وزمین ہو یا انسان، جو تخلیق ہو گا نقطے سے ہو گا۔ جو نقطہ پھیلے گا وہ ایک مدت کے بعد مخصوص وقت پر لازمی بکھرے گا۔ نقطے میں پنہاں پھیلنے کی صلاحیت وقدرت اور پھیلاؤ کی رفتار کا تعین ہو سکے تو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ کتنی مدت کے بعد کس گھڑی اسے بکھرنا ہے۔ جس کا آغاز ہے اس کا انجام ہے۔

وَٱلسَّمَآءَ بَنَيْنَٰهَا بِأَيْيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿٤٧﴾

''اور آسمان کو ہم نے قوت سے بلند کیا ہے، اور ہم یقیناً پھیلا اور وسعت دے رہے ہیں'' (الذاریات ۴۷)

آسمان بتدریج پھیلایا جا رہا ہے جس سے واضح ہے کہ منطقی انجام یعنی مقررہ، متعین، معلوم وقت أَجَلٍ مُّسَمًّى کی جانب یہ رواں دواں ہے۔ اور پھر وہ دن آئے گا جب اس پھیلنے والے آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا

يَوْمَ نَطْوِى ٱلسَّمَآءَ كَطَىِّ ٱلسِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ

''جس دن ہم آسمان کو کتابوں کے طومار (scroll) کی طرح لپیٹ دیں گے

كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُۥ ۚ

جس طرح اول اول تخلیق کی ابتدا کی تھی ویسے ہی اسے پلٹا دیں گے'' (حوالہ الانبیاء۔۱۰۴)۔ یہ انجام کیوں ہے؟

إِنَّ ٱلسَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعَىٰ ﴿١٥﴾

''بیشک اس لمحے نے آنا ہے میں نے اس لمحے کو مخفی رکھا ہے تاکہ ہر شخص اپنی کوشش کا بدلہ پائے'' (سورۃ طٰہٰ۔۱۵)۔

پہلے سے گنی، شمار کی ہوئی مدت وہ ہوتی ہے جو کسی خاص، طے شدہ لمحے تک مؤخر ہو

وَمَا نُؤَخِّرُهُۥٓ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ﴿١٠٤﴾

''اور ہم نے اسے صرف گنی ہوئی مدت کیلئے مؤخر کیا ہوا ہے'' (ھود۔۱۰۴)

نظام شمسی کے متعلق دی گئی معلومات یہ ہیں:

وَٱلشَّمۡسَ وَٱلۡقَمَرَ حُسۡبَانٗا

''اور سورج اور چاند کو حساب رکھنے کا ذریعہ بنایا'' (حوالہ الانعام۔۹۶)

هُوَ ٱلَّذِي جَعَلَ ٱلشَّمۡسَ ضِيَآءٗ وَٱلۡقَمَرَ نُورٗا

''اسی اللہ نے سورج کو آگ سے ضیاء (روشنی، ماحول کو منور) پیدا کرنے والا اور چاند کو نور (روشنی منعکس کرنے والا) بنایا

وَقَدَّرَهُۥ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُواْ عَدَدَ ٱلسِّنِينَ وَٱلۡحِسَابَۚ

اور اس کیلئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو''۔(یونس۔۵)

چاند کی منزلیں یوں بتائی ہیں وَٱلۡقَمَرِ إِذَا ٱتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ ''اور چاند کی جب وہ کامل (پورا) ہو جاتا ہے'' سورۃ الانشقاق کی آیت ۱۸ میں بتائی گئی اس منزل کی دوسری انتہا یہ ہے جب یہ طلوع ہوتا ہے وَٱلۡقَمَرِ إِذَا تَلَىٰهَا ﴿۲﴾ ''قسم ہے چاند کی جب اس (سورج کے غروب) کے پیچھے طلوع ہو'' (الشمس۔۲)۔ چاند کی منزلیں مقرر کرنے کے بارے میں سورۃ یٰس کی آیت ۳۹ میں فرمایا:

وَٱلۡقَمَرَ قَدَّرۡنَٰهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَٱلۡعُرۡجُونِ ٱلۡقَدِيمِ ﴿۳۹﴾ ''اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے''۔ الاسراء کی آیت ۱۲ میں دن اور رات کے بنانے کے بارے میں یہ بھی بتایا

وَلِتَعۡلَمُواْ عَدَدَ ٱلسِّنِينَ وَٱلۡحِسَابَۚ '' اور تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جان سکو''۔

ٱلشَّمۡسُ وَٱلۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٖ ﴿۵﴾ ''آفتاب اور چاند اپنے مقررہ حساب سے ہیں'' (سورۃ الرحمٰن۔۵)

لَا ٱلشَّمۡسُ يَنۢبَغِي لَهَآ أَن تُدۡرِكَ ٱلۡقَمَرَ

''سورج کی یہ مجال نہیں کہ چاند کو جا لے۔

وَلَا ٱلَّيۡلُ سَابِقُ ٱلنَّهَارِۚ

اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے'' (سورۃ یٰس۔۴۰)۔

یارب! سچ ہے کسی کی مجال نہیں اس لئے کہ ذَٰلِكَ تَقۡدِيرُ ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡعَلِيمِ ؏ یہ ہمارے غالب اور علم والے رب کے ٹھہرائے اور باندھے ہوئے پیمانے، حساب اور نظام ہے۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! یہ برسوں کی گنتی اور حساب کیونکر ممکن ہوا؟

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ

''اور تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر (پابند) کیا کہ دونوں مسلسل اپنے اپنے مدار پر چلتے رہیں'' (حوالہ سورۃ ابراہیم۔۳۳)

كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ

(زمین، آسمان، سورج، چاند) ''سب کے سب اپنے اپنے مدار میں تیز تیرتے ہیں'' (حوالہ الانبیاء۔۳۳ اور یٰس۔۴۰)

اور سورج کے متعلق سورۃ یٰس کی آیت ۳۸ میں یہ بھی بتایا

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا

''اور سورج اپنی جائے قرار، مستقر کی جانب رواں ہے''

روز قیامت یہ پیش آئے گا

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝٨ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝٩

''ہاں! جب نظر چندھیا جائے گی اور چاند دھنس جائے گا اور سورج اور چاند اکٹھے ہو جائیں گے'' (القیامۃ ۷۔۹)

اور روز قیامت یہ واقعہ بھی پیش آئے گا

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝١

''اور جب سورج لپیٹ دیا جائے گا'' (التکویر ۱)۔

اہل علم و فکر غور فرمائیں کہ قرآنِ مجید نے چودہ سو سال قبل اجرام فلکی کے بارے میں جن حقائق کو بیان فرمایا تھا انہیں قرآنِ مجید کا انکار کرنے والے اور سائنس بتدریج تسلیم کر رہی ہے کیونکہ حقیقت بس وہی ہے جسے کتاب لا ریب نے عیاں فرمایا ہے۔ قرآنِ مجید میں سورج کے متعلق آخر وقت تک کیلئے بیان کردہ حقائق کی روشنی میں یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ قرب قیامت کے زمانے میں سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو گا؟ یہ محض ظن اور تخیل کی باتیں ہیں جن کا حقیقت سے تعلق نہیں۔

نوح علیہ السلام کی قوم سے لے کر کسی بھی زمان و مکان میں کسی نے اپنے ہاتھوں تراشے ہوئے اصنام، تماثیل اور بتوں کو لوگوں کا ''اِلٰہ'' قرار دینے کے ساتھ ساتھ ان کا ''رب'' قرار نہیں دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایسا کرتے تو اول مرتبہ مفادات اور استحصال کے دائرے کی سلامتی کے تقاضوں کے زیر اثر لوگوں سے جو فریب کیا تھا وہ ایک دن سے بھی زیادہ وقت کیلئے کامیاب نہ ہوتا کیونکہ ربوبیت ہر لمحہ اور چار سو ظاہر اور عیاں ہوتی ہے۔ کوئی کسی مورتی کو رب قرار دے تو یہ فریب بہت جلد کھل جاتا ہے۔ اللہ رب العزت نے

اس اہم نکتے کی طرف توجہ کو مبذول فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا

أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِي حَآجَّ إِبْرَٰهِـۧمَ فِي رَبِّهِۦٓ أَنْ ءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ ٱلْمُلْكَ

’’کیا آپ (ﷺ) نے اس شخص (کے رویئے) پر غور نہیں کیا جسے ہم نے ملک عطا کیا تھا

جس نے ابراہیم (علیہ السلام) سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا (argue) کیا

إِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّيَ ٱلَّذِي يُحْيِۦ وَيُمِيتُ

جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اس سے کہا ’’میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے‘‘ (اس حکمران نے رب کے متعلق کیا جھگڑا کیا؟)

قَالَ أَنَا۠ أُحْيِۦ وَأُمِيتُ ۖ

تو اس نے (بھی جھٹ) کہا ’’میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں‘‘

بادشاہ کے ذہن کی تاریکی کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی بات کے جواب میں اپنے آپ کو رب قرار دیتے ہوئے جھٹ سے سوچے سمجھے بغیر کہہ دیا کہ ’’میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں‘‘ اور یہ بھی نہ سوچ سکا کہ کسی شخص کو جان سے مارنے کی بجائے جان بخش دینے کا مطلب یہ نہیں بنتا کہ ’میں بھی زندہ کرتا ہوں‘۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں سمجھایا ہے کہ نخوت اور تکبر میں الجھے ذہنوں کو لطیف باتیں سمجھانے کا فائدہ نہیں ہوتا انہیں موٹی عقل کو سمجھ آجانے والی مثال دینا زیادہ مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت بتائی:

قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأْتِي بِٱلشَّمْسِ مِنَ ٱلْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ ٱلْمَغْرِبِ فَبُهِتَ ٱلَّذِي كَفَرَ ۗ

’’ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا ’’اچھا اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تم اسے مغرب سے لے آؤ‘‘

تو وہ کافر ہکا بکا رہ (کرلا جواب ہو) گیا‘‘ (حوالہ البقرۃ۔۲۵۸)

اللہ کی قدرتوں اور مقام اور بادشاہ کے اختیار کے درمیان فرق کو سمجھانے کے لئے جب اسے ایک سیدھی سادی نظر آنے والی حقیقت کی مثال دی گئی تو ہکا بکا رہ گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ارد گرد پھیلی حقیقتوں پر کبھی اس نے غور و فکر کیا ہی نہ تھا اور سچائی کو جاننے کی خواہش ہی نہ تھی۔ اللہ رب العزت نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کے نظم و نسق کا مشاہدہ کرایا تھا (حوالہ الانعام۔۷۵)۔ سوال یہ ہے کہ اگر مشرق کی بجائے مغرب سے سے سورج کے نکلنے کا کبھی بھی امکان ہوتا تو کیا ابراہیم علیہ السلام اس بادشاہ کو یہ دلیل، مثال دیتے؟

قرآن مجید میں آفاق کے متعلق اس قدر واضح اور غیر مبہم انداز میں بتائے گئے حقائق کی موجودگی میں مناسب نہیں کہ علم سے خالی تخیلاتی باتوں کو سینے سے لگائے رکھیں جیسے مادہ مکڑی خالی کاغذ کو سینے سے لگائے زمان میں لئے پھرتی ہے۔